"دیکھو بھگوان شنکر آگئے ہیں اب ان کی پوجا کرو" ترشول کی تکمیل کے فوراً بعد وہاں ترشول لیے ہوئے پنڈی کے پہنچ جانے سے میگھا بہت حیران ہوا۔ واڈا میں عین اسی وقت کاکا صاحب دیکشت اشنان کر کے بعد سر پر تولیہ باندھے ہوئے سائی بابا کو یاد کر رہے تھے تو انھوں نے خیال میں پنڈی کو دیکھا۔ ابھی وہ اس پر حیران ہی ہو رہے تھے کہ میگھا نے آکر انھیں وہ پنڈی دکھائی جو بابا نے اس کو دی تھی۔ دیکشت کو یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ چند منٹ پہلے انہوں نے خیال میں پنڈی کی جو شبیہ دیکھی تھی وہ بالکل ایسی ہی تھی جیسی کہ اس پنڈی کی تھی۔ ترشول کی تصویر مکمل ہونے کے کچھ دن بعد بابا نے اس بڑی تصویر کے قریب اُسے نصب کر دیا جس کی میگھا پوجا کرتا تھا۔ بھگوان شیو کی پوجا سے میگھا کو بہت پیار تھا اور ترشول کی تصویر کی تکمیل اور پنڈی کی تنصیب سے بابا نے اس کے اعتقاد کو مزید تقویت پہنچائی۔

بابا کی مسلسل خدمت کرتے اور ہر دو پہر اور شام کو بغیر ناغے کے آرتی کرتے، میگھا نے 1912 میں انتقال کیا۔ بابا نے اس کی ارتھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا: "یہ میرا سچا بھگت تھا" بابا نے یہ حکم بھی دیا کہ میرے پیسوں سے میگھا کی روح کے ثواب کے لیے برہمنوں کو کھانا کھلایا جائے۔ اس حکم کی تعمیل کا کام کاکا صاحب دیکشت نے کیا۔

آنکھیں بند کیے تھا لیکن حقیقت میں جاگتے ہوئے بستر پر لیٹا ہوا تھا اس نے واضح طور پر بابا کے روپ کو دیکھا۔ یہ جانتے ہوئے کہ وہ جاگ رہا ہے بابا نے کشت (بھیگے ہوئے چاول کے ثابوت دانے) پھینک کر اس سے یوں کہا۔

''میری تصویر میں ترشول بھی بناؤ'' اور اس کے بعد غائب ہو گئے۔ بابا کے الفاظ سن کر اس نے آنکھیں کھولیں لیکن اسے بابا نظر نہیں آئے۔ البتہ چاول کے دانے ادھر ادھر بکھرے ہوئے دکھائی دے گئے۔ اس نے بابا کے پاس جا کر انھیں خواب کے بارے میں بتایا اور ان سے ترشول کی تصویر بنانے کی اجازت چاہی۔ بابا نے پوچھا۔

''کیا تم نے میرے الفاظ نہیں سنے جن میں میں نے ترشول کی تصویر بنانے کے لیے کہا تھا۔ یہ کوئی خواب نہیں حقیقت تھی اور میرے الفاظ ہمیشہ معنی خیز ہوتے ہیں۔ میگھا نے جواب میں کہا۔

> ''میرا خیال تھا کہ آپ نے مجھے جگایا ہے لیکن سارے دروازے بند ہیں اس لیے میں نے سوچا کہ شاید یہ کوئی خواب ہو۔ بابا نے فوراً جواب دیا مجھے اندر داخل ہونے کے لیے کسی دروازے کی ضرورت نہیں ہے میری نہ کوئی شکل ہے اور نہ وجود۔ میں ہمیشہ ہر جگہ موجود رہتا ہوں۔ میں ایک تار کھینچنے والے کی طرح ہر اس آدمی کے اعمال سمیٹ لیتا ہوں جو مجھ پر بھروسا رکھتا ہوا مجھ میں تحلیل ہو جاتا ہے''۔

میگھا نے واپس جا کر بابا کی تصویر کے پاس ہی دیوار پر لال رنگ کے ترشول کی تصویر بنائی۔ دوسرے دن پونے سے ایک رام داسی بھگت آیا۔ اس نے بابا کو سلام کر کے انھیں ایک پنڈی (شولنگ) پیش کیا۔ عین اسی وقت میگھا بھی وہاں پہنچ گیا۔ بابا نے اس سے کہا۔

گنگا اشنان

ایک مکر سکرانتی کو میگھا نے بابا کے جسم کو صندل کی مالش کر کے گنگا کے پانی سے نہلانا چاہا۔ بابا پہلے اس کے لیے تیار نہ تھے لیکن اس نے بار بار التجا کرنے کے بعد پر بابا کے اشنان کے لئے سارے انتظامات کیے اور پھر بابا کو اشنان کے لیے تیار ہونے کے لیے کہا۔ ایک بار پھر بابا نے کہا کہ اسے اس اشنان سے معاف رکھا جائے کیوں کہ فقیر ہونے کے ناتے گنگا کے پانی سے اسے کچھ لینا دینا نہ تھا لیکن میگھا نے بابا کی ایک نہ سنی۔ وہ جانتا تھا کہ گنگا کے پانی سے اشنان کرنے پر بھگوان شو خوش ہوتے ہیں۔ اس لیے اسے اس مقدس دن پر اپنے شو (بابا) کو ضرور اشنان کرانا چاہیے۔ بابا مان گئے اور پھر وہ نیچے اتر کر لکڑی کے تختے پر بیٹھ گئے اور اپنا سر آگے کرتے ہوئے کہنے لگے:۔

> "میگھا اتنی مہربانی کرو کہ پانی صرف سر پر پھینکو کیوں کہ یہ
> جسم کے اشنان کے مترادف ہے"

"ٹھیک ہے" یہ الفاظ کہہ کر میگھا نے برتن اٹھا کر سر پر پانی انڈیلنا شروع کیا۔ لیکن ایسا کرتے ہوئے وہ اس کام میں اتنا کھو گیا کہ اس نے پانی بابا کے سارے جسم پر انڈیل دیا۔ اس نے برتن ایک طرف رکھ کر بابا کی طرف دیکھا۔ اسے یہ دکھ کر حیرانی ہوئی کہ بابا کا صرف سر ہی بھیگا ہوا تھا باقی جسم بالکل سوکھا تھا۔

ترشول اور لنگ

میگھا ہمیشہ بابا کی پوجا دو جگہ پر کرتا تھا۔ دوار کا مسجد مین وہ بابا کی موجودگی میں ان کی پوجا کرتا اور واڑا میں وہ نانا صاحب چندورکر کی دی ہوئی تصویر کی پوجا کرتا۔ ایسا وہ بارہ ماہ تک کرتا رہا۔ تب اس کی لگن کے اعتراف بھی اور اس کے یقین و اعتقاد کو قبول کرنے کے لیے بابا نے اسے اپنا جلوہ دکھایا۔ ایک دن صبح سویرے جب ابھی میگھا

نفرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے اندر داخل نہیں ہونے دیا۔ "اس شیطان کو یہاں سے باہر نکال دو" بابا گرجے۔ پھر وہ میگھا سے یوں مخاطب ہوئے:

"تم ایک اونچے درجے کے براہمن ہو میں ایک کمتر درجے کا مسلمان ہوں۔ یہاں آنے سے تمہاری ذات جاتی رہے گی۔ اس لیے دفع ہو جاؤ"۔

یہ الفاظ سن کر میگھا کانپنے لگا۔ یہ سب سن کر اسے حیرانی ہوئی کہ بابا کو وہ سب کچھ کیسے معلوم تھا جو اس کے باطن میں ہو رہا تھا۔ وہ وہاں کچھ دن اپنے طریقے سے بابا کی خدمت کرتا رہا لیکن اس کا اطمینان نہ ہوا۔ تب وہ گھر لوٹ گیا۔ اور پھر وہاں سے ناسک ڈسٹرکٹ میں واقع ایک جگہ ترمبکیشور چلا گیا اور وہاں ڈیڑھ سال تک رہا۔ اس کے بعد وہ دوبارہ شرڈی آیا۔ اس بار دادا کیلکر کی مداخلت پر اسے مسجد میں داخل ہونے اور شرڈی میں رہنے کی اجازت بھی مل گئی۔ بابا نے میگھا کو زبان سے کوئی نصیحت وغیرہ نہیں کی بلکہ باطنی طور پر صرف اس کے ذہن کو صاف کرنے کا کام انجام دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میگھا بہت حد تک بدل گیا جس سے اس کو بہت فائدہ ہوا۔ تب میگھا بابا کو بھگوان شو کا ایک روپ تصور کرنے لگا۔ بھگوان شو کی پوجا کرنے کے لیے بیل کے پتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ میگھا ہر روز میلوں کا سفر کر کے دور دور سے بیل کے پتے لاتا اور اپنے بھگوان شو (بابا) کی پوجا کرتا۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے وہ گاؤں کے سب دیوتاؤں کی پوجا کرتا اور اس کے بعد وہ دوار کا مسجد آتا اور بابا کی گدی کو سلام کر کے وہ بابا کی پوجا کرتا۔ پھر بابا کی ٹانگوں کو دھو کر وہ پانی پیتا جس میں بابا کے پاؤں دھوئے گئے ہوتے۔

ایک بار کچھ ایسا ہوا کہ وہ بھگوان کھنڈوبا کے مندر کا دروازہ بند ہونے کی وجہ سے اس کی پوجا کیے بغیر ہی دوار کا مسجد آیا۔ بابا نے اس کی پوجا قبول نہیں کی اور اسے یہ کہہ کر دوبارہ بھیجا کہ اب دروازہ کھلا ہے۔ میگھا نے وہاں جا کر دروازے کو واقعی کھلا پایا۔ اس نے پوجا کی اور پھر معمول کی طرح بابا کے پاس آیا۔

پہلے 14 دن وہ اسے نہ چڑھا سکے۔ عورت کو یہ دیری پسند نہیں آئی چناں چہ پندرہویں روز وہ کھچڑی لے کر دوپہر کے وقت دوار کا مسجد آئی۔ اس وقت بابا اور دوسرے لوگ کھانے کے لیے بیٹھنے ہی والے تھے اور پردہ گرا دیا گیا تھا۔ اس نے پردہ اوپر اٹھایا اور اندر داخل ہو گئی۔ یہ بڑی عجیب بات تھی کہ بابا اس روز کھچڑی ہی کھانا چاہ رہے تھے اور یہ بھی کہ انہی کو سب سے پہلے پروسی جائے۔ چنانچہ جب یہ خاتون کھچڑی لے کر اندر داخل ہوئی تو بابا کو بڑی مسرت ہوئی اور وہ نوالے بھر بھر کر کھانے لگے۔ کھچڑی کے لیے بابا کی رغبت کو دیکھتے ہوئے سب لوگ حیران ہو گئے اور وہ جنھوں نے یہ کہانی سنی انھیں بھگتوںؒ کے لیے بابا کی شدید محبت کا یقین ہو گیا۔

میگھا

آیئے اب ہم تیسری اور بڑی چڑیا کی طرف رجوع کریں۔ راؤ بہادر۔ ایچ۔ وی ساٹھے کا ایک سادہ اور ان پڑھ خانساماں تھا وہرم گاؤں کا رہنے والا میگھا۔ وہ شو کا بھگت تھا اور ہمیشہ پانچ ارکان کے اس منتر کا ورد کرتا رہتا تھا "نماہ شوائے" وہ نہ تو سندھیا کو جانتا تھا اور نہ سب سے اعلا منتر یعنی گایتری منتر وغیرہ پڑھنا۔ ساٹھے نے اسے بتایا کہ سائی بابا بھگوان شو کا ہی دنیاوی روپ تھے۔ انہوں نے میگھا کو شرڈی جانے کے لیے مجبور کیا۔ بروچ ریولے اسٹیشن پر اسے معلوم ہوا کہ سائی بابا مسلمان ہیں۔ چناں چہ ایک مسلمان کے سامنے جھکنے کے خیال نے اس کے سادہ اور پکے مذہبی من کو بہت پریشان کیا۔ اس نے اپنے مالک سے استدعا کی کہ وہ اسے شرڈی نہ بھیجیں۔ لیکن وہ نہ مانے اور انھوں نے اس کے شرڈی جانے پر اصرار کرتے ہوئے اسے ایک خط اپنے سسر شری گنیش دامودر عرف دادا کیلکر جو شرڈی میں ہی رہتے تھے کے نام لکھ کر دیا کہ وہ اس کا بابا سے تعارف کرادیں۔ جب وہ شرڈی پہنچا اور دوار کا مسجد میں گیا تو بابا نے شدید

دیکھتے ہوئے لکھمی چند نے بابا کے قدموں پر گر کر کہا: "مجھے آپ کے درشن حاصل کر کے مسرت ہوئی ہے۔ مجھ پر بھی ہمیشہ کرم کی نظر رکھیے اور میری حفاظت کیجیے۔ آپ کے قدموں کے سوائے دنیا میں میرے لیے اور کوئی خدا نہیں ہے۔ میرا من کو ہمیشہ آپ کے بھجنوں اور قدموں کے تصور میں کھویا رہے گا۔ اپنے رحم و کرم سے ہی مجھے دنیا کے مصائب سے بچائے رکھیے اور مجھے اپنے نام کا ورد کرنے اور اسی میں خوش رہنے دیجیے۔"

بابا کی دعائیں اور اُودی حاصل کرنے کے بعد وہ بہت خوش اور مطمئن وہاں سے اپنے دوست کے ساتھ گھر لوٹا۔ راستے میں وہ بابا کی عظمت کے گیت گاتا رہا۔ بعد میں وہ ساری عمر بابا کا ایک ثابت قدم بھگت بنا رہا اور ہمیشہ بابا کو پھولوں کے ہار خوشبو اور دکشنا وغیرہ اس شخص کے ہاتھوں بھیجتا جو بھی شرڈی کی طرف آ رہا ہوتا۔

برہان پور کی عورت

آیئے اب ہم ایک اور چڑیا (بھگتوں کے لیے بابا کا دیا ہوا نام) کا ذکر کریں۔ ایک دن برہان پور میں ایک عورت نے بابا کو خواب میں دیکھا کہ وہ اس کے دروازے پر آکر کھانے کے لیے کھچڑی کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ جاگنے پر اس نے کسی کو بھی اپنے دروازے پر نہ دیکھا۔ بہر حال وہ اس خواب سے بہت خوش ہوئی اور اس نے اس کا ذکر اپنے میاں سمیت سب سے کیا۔ اس کا خاوند محکمہ ڈاک میں ملازم تھا۔ چنانچہ جب اس کا تبادلہ اکولا کیا گیا تو اس نے اور اس کی بیوی نے جو دونوں بابا کے بھگت تھے شرڈی جانے کا فیصلہ کیا۔ چناں چہ وہ ایک مناسب دِن شرڈی کے لیے روانہ ہو گئے اور راستے میں گومتی تیرتھ کی زیارت کرتے ہوئے شرڈی پہنچے وہاں دو ماہ تک مقیم رہے۔ ہر روز وہ دوارکا مسجد جا کر بابا کے درشن کرتے اور اس طرح خوشی خوشی اپنا وقت گزارتے۔ یہ جوڑا شرڈی دراصل کھچڑی نوید چڑھانے کے لیے آیا ہوا تھا لیکن کچھ وجوہات کی بنا پر

کرنے کے لیے۔

دوپہر کے وقت جب لکھمی چند کھانا کھانے کے لیے بیٹھنے ہی والا تھا اس کو کچھ سانجا (گندم کی کھیر) پرساد کے طور پر کسی بھگت سے حاصل ہوا اسے خوشی ہوئی۔ دوسرے دن بھی اسے امید تھی کہ وہ اسے حاصل کرے گا لیکن کچھ حاصل نہ ہوا۔ تیسرے دن دوپہر کی آرتی کے وقت باپو صاحب جوگ نے بابا سے دریافت کیا کہ وہ کون سا نوید اس دن کے لیے لائے؟ بابا نے اسے سانجا لانے کے لیے کہا۔ تب بھگتوں نے دو برتن بھر کے سانجا لایا۔ لکھمی چند کو بڑی بھوک لگی تھی اور اس کی پیٹھ میں بھی درد ہو رہا تھا۔ تب بابا نے اس سے کہا۔

"یہ اچھا ہے کہ تمھیں بھوک لگی ہے۔ بھوک مٹانے کے لیے کچھ سانجا کھالو اور درد کے لیے کچھ دوا بھی لو۔ ایک بار اسے پھر حیرانی ہوئی کہ بابا اس کے دل کی بات کیسے جانتے تھے اور اس کے دل میں جو کچھ ہو رہا تھا اسے انھوں نے بیان کر دیا تھا۔ وہ ہر بات کا کس قدر علم رکھتے تھے۔

بُری نظر

ایک اور موقع پر لکھمی چند نے ایک رات چاوڑی میں ایک جلوس دیکھا۔ بابا کو اس وقت بڑی شدید کھانسی آرہی تھی۔ اس نے سوچا کہ شاید بابا کی یہ تکلیف کسی کی بُری نظر کا نتیجہ ہے۔ دوسرے دن جب وہ مسجد میں گیا تو بابا نے شاما سے اس طرح کہا:-

"مجھے کل رات بڑی شدید کھانسی تھی۔ کیا یہ کسی کی بُری نظر کا نتیجہ تھا۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ کسی کی بُری آنکھ مجھ پر کام کر گئی ہے اس لیے مجھے تکلیف ہو رہی ہے" اس طرح بابا نے وہ سب کچھ ظاہر کر دیا جو لکھمی چند کے دل میں ہو رہا تھا۔

بابا کے سب کچھ جاننے اور اپنے بھگتوں سے اس قدر محبت رکھنے کے ان شواہد کو

امرود خریدے۔ عورت نے اس سے کہا: باقی بھی لے لو اور میری طرف سے بابا کو بھینٹ کر دو۔ اس نے امرود خریدنے کا ارادہ کیا تو تھا لیکن وہ ایسا کرنا بھول گیا تھا پھر اس کا سامنا ایک ایسی بوڑھی عورت سے ہوا جو خود بھی بابا کی بھگت تھی۔ یہ سب باتیں دونوں دوستوں کے لیے حیران کن تھیں۔ چنانچہ لکھمی چند نے اپنے من میں سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ بوڑھی عورت اس بزرگ کی کوئی رشتہ دار ہو جس کو اس نے خواب میں دیکھا تھا۔ جب وہ شرڈی کے قریب پہنچے تو دوار کا مسجد پر لگے ہوئے جھنڈوں کو دیکھ کر انھوں نے ان کو سلام کیا۔ پھر ہاتھ میں پوجا کا سامان لے کر وہ مسجد میں پہنچے اور رسم کے مطابق بابا کی پوجا کی۔ لکھمی چند کا دل بھر آیا۔ بابا کو دیکھ کر اسے بے انتہا مسرت حاصل ہوئی۔ وہ بابا کے قدموں کو دیکھتے ہوئے ان میں اس حد تک کھو گیا جس طرح شہد کی مکھی کنول کے پھول کی خوشبو میں کھو جاتی ہے۔ تب بابا یوں گویا ہوئے:-

"وہ بہت چالاک انسان ہے۔ وہ راستے میں بھجن گاتا ہے اور دوسروں سے معلومات حاصل کرتا ہے۔ دوسروں سے پوچھنے کی ضرورت کیا ہے۔ ہمیں ہر چیز خود اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی کوشش کرنی چاہیے پھر دوسروں سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ بس خود یہ سوچنے کی کوشش کرو کہ تمہار خواب صحیح ہے یا نہیں۔ مارواڑی سے ادھار لے کر درشن کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا اب دل کی تمنا پوری ہو گئی ہے"؟

یہ الفاظ سن کر لکھمی چند بہت حیران ہوا کہ بابا سب کچھ جانتے تھے۔ اسے یہ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ بابا ان سب باتوں کو کس طرح جانتے تھے جو گھر سے شرڈی تک کے سفر کے دوران ہوئی تھیں۔ سب سے اہم بات جسے یاد رکھا جانا چاہیے یہ تھی کہ بابا اس بات کو قطعاً پسند نہ کرتے تھے کہ کوئی مقروض ہو جائے۔ خصوصاً ان کے درشن حاصل

رہااور آخر میں رالی برادرس اینڈ کو میں منشی کے طور پر ملازم رہا۔ 1910 میں اس کا رابطہ بابا سے ہوا۔ کرسمس سے ایک یا دو مہینے پہلے اس نے خواب میں دیکھا کہ شانتا کروز کے مقام پر ایک بوڑھے آدمی کو اس کے بھگتوں نے گھیر رکھا ہے کچھ دن بعد وہ اپنے ایک دوست دتاتریہ منجوناتھ بیجور کے گھر داس گنو کا کیرتن سننے کے لیے گیا۔ داس گنو کا یہ طریقہ ہے کہ کیرتن کے وقت وہ سائی بابا کی تصویر سامعین کے سامنے رکھتا ہے۔ لکھمی چند یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ اس نے خواب میں جس بزرگ کو دیکھا تھا اس کے نقوش اس تصویر سے ملتے تھے۔ اس لیے وہ خود ہی اس نتیجے پر پہنچا کہ اس نے خواب میں سائی بابا کو ہی دیکھا تھا۔ داس گنو کے کیرتن، سنت تکارام کی زندگی کے بارے میں اس بیان اور سائی بابا کی تصویر سب نے لکھمی چند کو بہت متاثر کیا اور اس نے شرڈی جانے کا فیصلہ کر لیا۔ بھگتوں کے تجربے ہی کی وجہ سے خدا انھیں ست گورو کی تلاش اور دوسری روحانی کوششوں میں مدد کرتا ہے۔ اسی رات آٹھ بجے کے قریب اس کے ایک دوست شنکر راؤ نے اس کے دروازے پر دستک دے کر اس سے دریافت کیا کہ کیا وہ اس کے ساتھ شرڈی چلے گا۔ اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور اس نے شرڈی جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے اپنے چچیرے بھائی سے 5 روپے ادھار لیے اور ضروری انتظامات کر کے شرڈی کے لیے روانہ ہو گیا۔ ریل میں اس نے اپنے دوست شنکر راؤ سے مل کر کچھ بھجن بھی گائے اور چار مسلمان ہم سفروں سے جو شرڈی کے قریب واقع اپنے گاؤں لوٹ رہے تھے باکے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ ان سب نے بتایا کہ سائی بابا ایک بہت بڑے سنت ہیں جو کئی سال سے شرڈی میں مقیم ہیں۔ جب وہ کوپر گانو پہنچے تو بابا کو پیش کرنے کے لیے کچھ امرود خریدنا بھول گیا۔ جب وہ شرڈی کے قریب پہنچ رہے تھے تو اسے امرود خریدنا یاد آیا۔ عین اسی وقت اس نے ایک عورت کو امرودوں کی ٹوکری سر پر رکھے تانگے کی طرف دوڑتے ہوئے دیکھا۔ تانگے کو روکا گیا اور کچھ چنندہ

اکیسواں باب

عظیم خفیہ عمل

بابا بھگتوں کو کس طرح شرڈی کی طرف کھینچتے ہیں

[(۱)لکھمی چند (۲) برہان پور کی خاتون (۳) میگھا۔]

ابتدائیہ

سائی محدود یا منتہی نہیں ہیں۔ وہ چیونٹی سے لے کر برہم تک ہر چیز میں رہتے ہیں۔ وہ سب پر محیط ہیں۔ سائی باباویدوں سے لے کر عرفانِ ذات تک کے سارے علوم سے کماحقہ واقف تھے۔ وہ چوں کہ ان دونوں پر کامل عبور رکھتے تھے اس لیے وہ سد گورو بننے کے لیے سب سے مناسب شخصیت تھے۔ عام طور پر ہماری ماں یا باپ جسم کو جنم دیتا ہے اور موت اکثر زندگی کا تعاقب کرتی ہے۔ لیکن سد گورو موت اور زندگی دونوں کا خاتمہ کرتا ہے اس لیے وہ کسی دوسرے سے زیادہ مہرباں اور رحم دل ہوتا ہے۔ سائی بابا اکثر کہا کرتے تھے کہ ان کا بھگت چاہے ان سے کتنی ہی دور کیوں نہ ہو وہ اس چڑیا کی طرح شرڈی کی طرف کھنچا چلا آئے گا جس کے پاؤں میں دھاگا بندھا ہوا ہو۔ یہ باب اسی طرح کی تین چڑیوں کی کہانیاں بیان کرتا ہے۔

(۱) لالہ لکھمی چند

وہ پہلے بمبئی کے شری وِنکیٹشور پریس میں کام کرتا تھا۔ پھر ریلوے میں کام کرتا